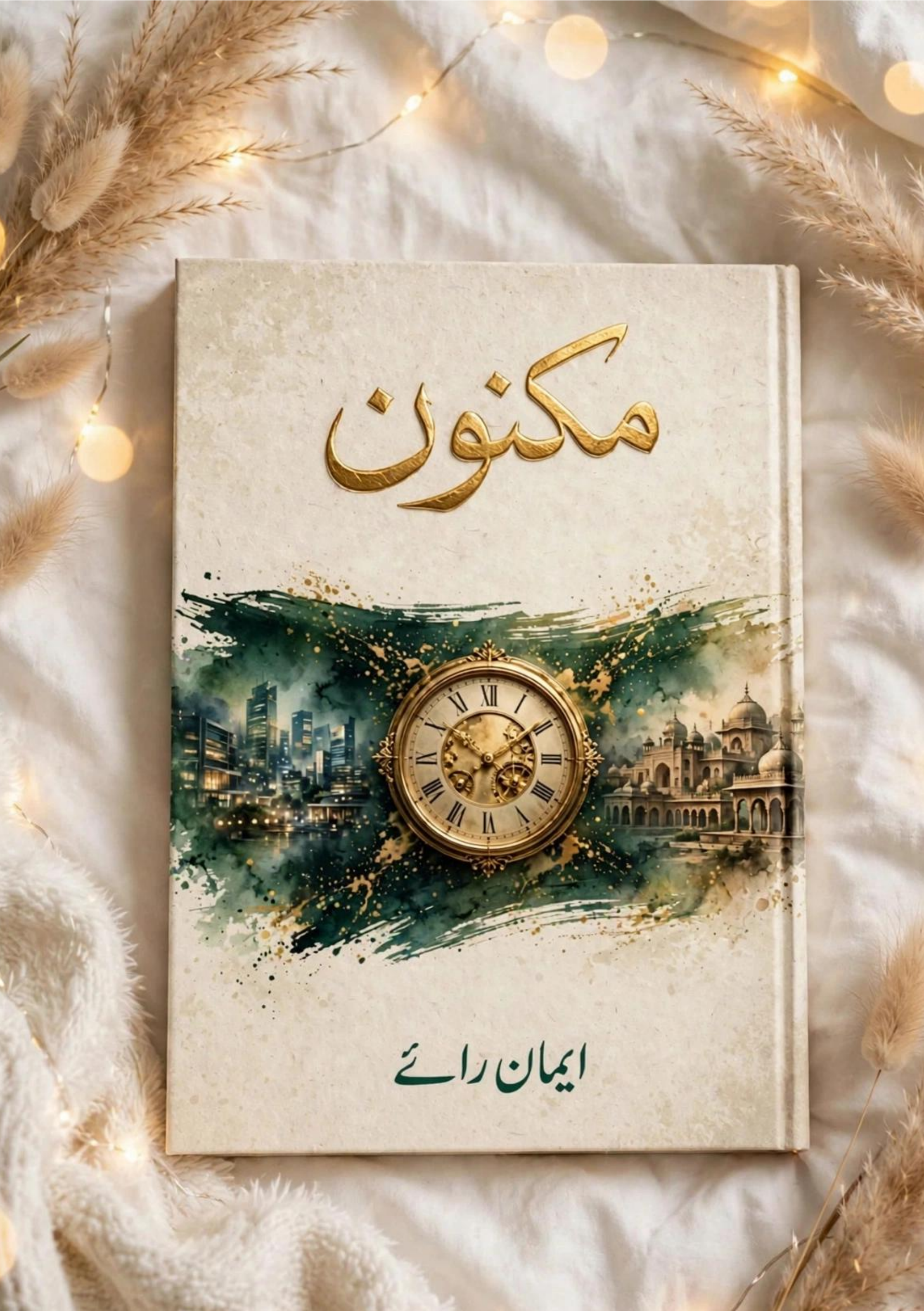
مکنون
ایمان رائے

♡

ناول انتظار کر لے گا، یہیں رہے گا؛ مگر نماز کا وقت گزر جائے گا، پہلے نماز پڑھ لیجیے۔

(This page is Inspired by the late Ishtiaq Ahmed
May Allah bless his soul)

انتساب

ان سب کے نام۔۔۔

جو کبھی خود کو دوسروں سے کم سمجھ بیٹھے۔۔۔

جو دوسروں کی نظر میں اپنی قدر ڈھونڈتے ڈھونڈتے
اپنی ہی نظر میں چھوٹے ہو گئے۔

یہ کہانی اُن سب کے نام۔۔۔

جنہیں ایک دن خود کو پہچاننا تھا۔

پیشِ نظر

مکنون۔۔ وہ جو ظاہر کی نگاہوں سے اوجھل ہو، مگر اپنے اندر ایک پوری حقیقت، ایک راز اور ایک ان کہی داستان چھپائے ہوئے ہو۔

مکنون صرف محبت، محل اور سازش کی داستان نہیں، بلکہ تقدیر، ایمان، غربت، انسان کے انتخاب اور اس سوال کی کہانی ہے کہ اگر انسان خود کو بد قسمت سمجھتا رہے تو کیا وہ واقعی بد قسمت ہے، یا شاید اسے صرف اُس جگہ سے نکالا جارہا ہے جہاں اس کی قدر نہیں تھی تاکہ اسے اُس مقام تک پہنچایا جاسکے جہاں اس کی اصل پہچان اس کی منتظر ہو۔

کبھی کبھی زندگی ہمیں وہاں نہیں لے جاتی جہاں ہم جانا چاہتے ہیں۔۔ وہ ہمیں وہاں لے جاتی ہے جہاں ہمیں اپنے آپ سے ملنا ہوتا ہے۔

ہم میں سے کتنے ہی لوگ اپنی زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر یہ سوچ لیتے ہیں کہ شاید ہم دوسروں سے کم ہیں۔ شاید ہم میں کوئی ایسی کمی ہے جس کی وجہ سے ہمیں وہ محبت نہیں ملی جس کے ہم خواہش مند تھے۔ شاید ہماری قسمت ہی خراب ہے۔ شاید خوشیاں دوسروں کے حصے میں لکھی جاتی ہیں اور ہمارے حصے میں صرف انتظار، محرومیاں اور ادھورے خواب آتے ہیں۔

مگر کیا واقعی ایسا ہوتا ہے؟ یا کبھی کبھی مسئلہ ہماری قدر کا نہیں۔۔ ہماری جگہ کا ہوتا ہے۔

کبھی ایک انسان برسوں ایسے لوگوں کے درمیان رہتا ہے جو اس کی خوبیوں کو دیکھنے کے بجائے اس کی خامیاں گنتے رہتے ہیں۔ وہ آہستہ آہستہ وہی ماننے لگتا ہے جو دنیا اسے بتاتی ہے۔ اپنے خواب چھوٹے کرلیتا ہے، اپنی خواہشوں کو خاموش کردیتا ہے، اور ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جب وہ خود کو بھی اسی نظر سے دیکھنے لگتا ہے جس نظر سے دنیا اسے دیکھتی رہی۔

مکنون اسی سفر کی ایک جھلک ہے۔۔ ایک ایسے سفر کی، جہاں کچھ راستے انسان خود چنتا ہے، اور کچھ راستے تقدیر اس کے سامنے لا کھڑے کرتی ہے۔

جہاں محبت ہے، مگر محبت کے ساتھ یہ سوال بھی ہے کہ کیا کسی کو چاہنے کے لیے خود کو کھودینا ضروری ہے؟

جہاں اعتماد ہے، مگر ساتھ یہ حقیقت بھی کہ ہر قریب آنے والا مخلص نہیں ہوتا۔

جہاں انسانوں کے درمیان بننے والے رشتے کبھی سہارا بن جاتے ہیں اور کبھی وہی رشتے آزمائش کا سب سے مشکل مرحلہ بن جاتے ہیں۔

یہ کہانی شاید تمہیں یہ بھی سوچنے پر مجبور کرے کہ کسی پر بھروسا کرنا اور کسی پر اندھا بھروسا کرنا ایک بات نہیں۔

جو شخص واقعی تمہارا ساتھ نبھانا چاہتا ہو، وہ حالات بدلنے پر تمہیں نہیں چھوڑتا۔ وہ فاصلے دیکھ کر راستہ بدلنے کے بجائے راستہ تلاش کرتا ہے۔

شاید ایک دن اسے تم تک پہنچنے کے لیے صرف ایک شہر نہیں۔۔ ایک پوری دنیا پار کرنی پڑے۔ مگر وہ پھر بھی آئے گا۔

اس کہانی میں کچھ ایسے لمحے بھی ہیں جہاں شاید تم رک کر سوچو دنیا کتنی ہی بدل جائے، زمانہ کتنا ہی محفوظ کیوں نہ دکھائی دے، اپنے بچوں کے معاملے میں ایک لمحے کی غفلت کبھی کبھی ایسی قیمت مانگ سکتی ہے جسے پوری زندگی بھی واپس نہیں کر سکتی۔

اور پھر اس سب کے درمیان ایک اور حقیقت ہے، شاید سب سے بڑی حقیقت۔اللہ پر یقین۔

کیونکہ انسان جب اپنے سارے راستے بند دیکھتا ہے تو اسے لگتا ہے کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ وہ دعا کرتا ہے۔ پھر انتظار کرتا ہے۔اور کبھی کبھی انتظار اتنا طویل ہو جاتا ہے کہ دل میں یہ خیال آنے لگتا ہے کہ شاید اس کی دعا سنی ہی نہیں گئی۔

مگر کیا ہر تاخیر کا مطلب یہی ہے کہ دعا قبول نہیں ہوئی؟ کیا ہر بند دروازہ اس بات کی علامت ہے کہ اللہ نے راستہ ختم کر دیا؟

یا شاید۔۔اللہ اس کے لیے ایسا راستہ بنا رہا ہوتا ہے جسے انسان اپنی محدود نگاہ سے دیکھ ہی نہیں سکتا؟

کبھی راستہ فوراً نہیں کھلتا۔ کبھی دعا کے بعد حالات پہلے سے زیادہ مشکل محسوس ہونے لگتے ہیں۔ کبھی انسان جس چیز کو اپنی خوشی سمجھ کر مانگتا ہے، وہی اس کے لیے درست نہیں ہوتی۔اور کبھی اللہ انسان کو وہ نہیں دیتا جس کے لیے وہ رو رہا ہوتا ہے۔۔۔کیونکہ اللہ جانتا ہے کہ اسے آخر کار کس مقام تک پہنچانا ہے۔انسان صرف مانگتا ہے۔۔اللہ انجام جانتا ہے۔

یہ کہانی تمہیں کچھ ایسے سوال بھی دے گی جن کے جواب شاید تمہیں خود تلاش کرنے ہوں گے۔

ممکن ہے اس کے کسی کردار میں تمہیں اپنا ایک حصہ دکھائی دے۔ ممکن ہے کسی منظر میں تمہیں اپنی کوئی پرانی تکلیف یاد آ جائے۔

ممکن ہے کسی کردار کا فیصلہ تمہیں اپنے کسی فیصلے کی یاد دلا دے۔۔اور ممکن ہے کسی موڑ پر تمہیں یہ احساس ہو کہ جس چیز کو تم اپنی زندگی کا اختتام سمجھ رہے تھے۔۔وہ شاید کسی اور زندگی کی ابتدا تھی۔

اور شاید زندگی کا سب سے خوبصورت راز یہی ہے کہ جب انسان اپنی قدر پہچاننے والی جگہ تک پہنچتا ہے۔۔۔تو اسے پہلی بار سمجھ آتا ہے کہ جسے وہ اپنی بد قسمتی سمجھتا رہا، وہ در اصل اسے اُس مقام تک لے جانے والا راستہ تھا جہاں اس کی اصل پہچان، اس کی اصل خوشی اور اس کی اصل کہانی اس کی منتظر تھی۔

شاید اسی لیے کچھ کہانیاں مکنون رہتی ہیں۔۔۔تاکہ وقت آنے پر تقدیر خود انہیں آشکار کرے۔

(یہ ناول میری ذاتی تخلیق ہے۔اسے لکھتے ہوئے کسی مصنف، کتاب یا تحریر کی نقل نہیں کی گئی۔براہِ کرم اس ناول کے کسی بھی حصے کو میری اجازت کے بغیر کاپی، پیسٹ، دوبارہ شائع، یا اپنے نام سے منسوب نہ کریں۔)

قسط نمبر

02

سترہویں صدی

برصغیر کی ایک خودمختار سلطنت

پورے دربار پر خاموشی چھا گئی۔۔ گلنار نے آہستہ سے اپنی جھکی ہوئی نظریں مزید جھکا لیں۔۔

اس کے پاس سلطان کی کسی بات کا کوئی جواب نہیں تھا۔ وہ بھی جانتی تھی۔۔اس شخص کی ہر بات درست تھی۔۔

آخر وہ ایک اجنبی تھی۔ نہ کوئی پہچان۔۔ نہ کوئی گواہ۔۔اور نہ ہی کوئی ایسا شخص جو اس کے کردار کی ضمانت دے سکتا۔

آخر کوئی اس پر اعتبار کیوں کرتا؟اس نے بے اختیار اپنی انگلیاں ایک دوسرے میں پھنسا لیں۔

اسی لمحے خواتین کی جانب سے ایک پُروقار آواز بلند ہوئی۔

"اگر اجازت ہو۔۔۔ میرے سلطان۔"

پورا دربار احتراماً خاموش ہو گیا۔ وہ آواز محل کی سب سے معزز خاتون کی تھی۔۔وہ سلطان کی مرحومہ والدہ سلطانہ عائشہ خاتون کی بڑی بہن تھیں۔

برسوں پہلے۔۔۔جب ان کے شوہر، جو سلطانِ مرحوم کے محافظِ خاص تھے، دشمنوں سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔۔۔ تو سلطانہ عائشہ خاتون نے اپنے شوہر، سلطان سلیمان سے ایک ہی درخواست کی تھی۔

"اگر مجھے پہلے کچھ ہو جائے۔۔۔ تو میری بہن اور اس کے بچوں کو کبھی تنہا مت چھوڑنا۔"

سلطان سلیمان نے وہ وعدہ نبھایا۔ تب سے خالہ اماں اور ان کی اولاد اسی محل میں رہتی تھی۔۔ وقت گزرنے کے ساتھ۔۔ وہ صرف سلطان کی خالہ ہی نہیں رہیں۔۔ بلکہ پورے اہلِ حرم کی نگہبان بن گئیں۔

محل کی ہر خادمہ، ہر شہزادی اور خود سلطان بھی انہیں ہمیشہ خالہ اماں ہی کہہ کر پکارتا تھا۔ سلطان نے نظریں اٹھائے بغیر مختصر لہجے میں کہا،

"فرمایئے، خالہ اماں۔"

خالہ اماں اپنی نشست سے ذرا سا آگے ہوئیں۔ ان کے دائیں جانب ان کی بیٹی شہزادی ماہ جبین خاموش بیٹھی تھی۔۔ جبکہ دوسری طرف سلطان کی پھوپھی زاد بہن شہزادی ملکہ وقار سے دربار کا منظر دیکھ رہی تھی۔ خالہ اماں نے نہایت اطمینان سے کہا،

"اگر مسئلہ صرف اس لڑکی کی ذمہ داری کا ہے۔۔۔"

انہوں نے ایک لمحہ گلنار کی طرف دیکھا۔ پھر سلطان کی طرف متوجہ ہو کر بولیں،

"تو میں اس کی ذمہ داری لینے کو تیار ہوں۔"

دربار میں ہلکی سی سرگوشی پھیل گئی۔۔ گلنار نے چونک کر پہلی بار اماں خالہ کی طرف دیکھا۔۔

شاید اسے یقین ہی نہیں آیا تھا کہ کوئی اس کے لیے اس طرح آگے بڑھے گا۔۔ سلطان چند لمحے خاموش رہا۔۔

پھر اسی سکون بھرے لہجے میں بولا،

"کیا آپ جانتی ہیں۔۔ آپ کس شخص کی ذمہ داری لینے جا رہی ہیں؟"

"جی، میرے سلطان۔"

"اگر کل یہ محل کے اصول توڑے۔۔ تو جواب دہ بھی میں ہوں گی۔"

"اگر اس کی وجہ سے محل کو کسی قسم کا نقصان پہنچا۔۔ تو اس کی ذمہ داری بھی میری ہو گی۔۔"

سلطان نے ایک لمحہ انہیں دیکھا۔۔ پھر بولا،

"آپ نے سوچ لیا ہے؟"

"جی، میرے سلطان۔" اماں خالہ نے بلا جھجک جواب دیا،

چند لمحے خاموشی رہی۔۔ پھر سلطان نے وزیر کی طرف دیکھا۔

"لکھ لیا جائے۔۔ آج سے یہ لڑکی خالہ اماں کی ذمہ داری میں رہے گی۔"

گلنار نے بے اختیار سر اٹھایا۔۔اسے یوں محسوس ہوا۔۔ جیسے ڈوبتے ہوئے انسان کو کسی نے آخری لمحے ہاتھ تھما دیا ہو۔

شاید۔۔اتنے عرصے بعد۔۔پہلی بار قسمت نے اس پر رحم کیا تھا۔

شہر ابھی پوری طرح جاگا بھی نہیں تھا کہ حازم گھر سے نکل گیا۔۔پرانا سا لکڑی کا پھٹا ہوا جوتا اس کے ایک پاؤں میں ڈھیلا تھا۔

دوسرے پاؤں کے جوتے کی پٹی رات ہی میں ٹوٹ گئی تھی، سو اس نے اسے کپڑے کی ایک پٹی سے باندھ رکھا تھا۔

گھر سے نکلتے وقت اس نے ایک لمحے کو پلٹ کر دیکھا۔ماں ابھی سو رہی تھی۔حازم نے دروازہ آہستہ سے بند کیا اور شہر کی طرف چل پڑا۔

پہلے وہ اناج منڈی پہنچا۔ایک تاجر نے بوریوں کی طرف اشارہ کیا۔

حازم نے کچھ کہے بغیر پہلی بوری کندھے پر اٹھالی۔۔پھر دوسری۔۔پھر تیسری۔

دوپہر تک اس کی قمیض پسینے سے بھیگ چکی تھی۔تاجر نے مٹھی میں چند سکے رکھے۔حازم نے وہ سکے گنے۔

بازار سے گزرتے ہوئے اس کی نظر گرم روٹیوں پر پڑی۔وہ چند لمحے رکا۔

تنور سے نکلتی روٹی کی خوشبو اس کے پیچھے آنے لگی۔اس نے جیب پر ہاتھ رکھا۔۔پھر نظریں ہٹالیں۔آگے بڑھ گیا۔

واپسی پر اس نے دوا خریدی۔دکاندار نے ایک چھوٹی سی شیشی اس کے ہاتھ میں دی۔

حازم نے قیمت پوچھی۔۔پھر اپنی جیب کے تمام سکے کاؤنٹر پر رکھ دیے۔وہ شیشی لے کر چل پڑا۔

گھر پہنچا تو بہن دروازے پر بیٹھی تھی۔حازم نے جیب سے ایک چھوٹی سی روٹی نکالی۔

بچی کی آنکھیں فوراً چمک اٹھیں۔وہ روٹی اس کے ہاتھ میں دے کر اندر چلا گیا۔ماں جاگ رہی تھی۔

حازم نے دوا نکالی اور پانی کے ساتھ اسے دے دی۔ماں نے اس کا چہرہ دیکھا۔

"تم نے کھایا؟"

"ہاں۔" حازم نے نظریں جھکا کر کہا،

ماں مطمئن ہو کر لیٹ گئی۔

دربار برخاست ہوئے کچھ دیر گزر چکی تھی۔

محل کے مغربی حصے میں واقع شاہی باغ اپنی تمام تر خوبصورتی کے باوجود غیر معمولی خاموشی میں ڈوبا ہوا تھا۔

سنگِ مرمر کی بنی نہر میں پانی دھیرے دھیرے بہہ رہا تھا۔ ہوا درختوں کی شاخوں سے ٹکرا کر مدھم سرسراہٹ پیدا کر رہی تھی اور انہی راستوں پر سلطان تنہا قدم بڑھا رہا تھا۔

اس کے ہاتھ میں سلطنت کا نقشہ کھلا ہوا تھا۔ ان کی نظریں کبھی سرحدوں پر ٹھہرتیں۔۔ کبھی کسی گاؤں پر اور کبھی کسی راستے پر۔۔

اس کے ساتھ چند قدم کے فاصلے پر سلطنت کے وزیرِ اعظم بدرالدین نہایت ادب سے کھڑے ایک ایک معاملہ عرض کر رہے تھے۔

"میرے سلطان۔۔ مشرقی سرحد کے قلعے کی مرمت مکمل ہو چکی ہے۔"

سلطان نے صرف مختصر سا سر ہلایا۔

"اس سال بارش بہتر ہونے کے باعث غلے کی پیداوار بھی گزشتہ برس سے زیادہ رہی ہے۔"

سلطان خاموشی سے سنتا رہا۔۔ وہ ان حکمرانوں میں سے نہیں تھا۔۔ جو صرف حکم دینا جانتے ہوں۔

وہ ہر فیصلے سے پہلے۔۔ ہر پہلو کو جانچتا تھا۔ اتنے میں ایک دربان تیزی سے باغ میں داخل ہوا۔۔

کچھ فاصلے پر رک کر اس نے ادب سے سینے پر ہاتھ رکھا۔

"السلام علیکم، میرے سلطان"

"وعلیکم السلام۔"

"سپہ سالار تیمور حاضر ہوئے ہیں۔"

سلطان نے نقشہ تہہ کیا۔

"انہیں اندر آنے دو۔"

"جو حکم۔"

چند لمحوں بعد باغ کے دروازے سے ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔اس کی آمد میں نہ کوئی دکھاوا تھا۔۔۔نہ کوئی بے جا رعب۔ لیکن اس کے قدموں میں ایسی سنجیدگی تھی۔۔۔کہ دربان بے اختیار راستہ چھوڑتے چلے گئے۔

وہ سیدھا سلطان کے سامنے آکر رکا۔ سینے پر ہاتھ رکھا۔ سر جھکا دیا۔

"السلام علیکم، میرے سلطان۔"

"وعلیکم السلام، تیمور۔"

یہ تھا۔۔سلطنت کا سپہ سالار۔

وہ شخص۔۔جسے دشمن میدانِ جنگ میں دیکھ لیتے۔۔تو اکثر تلوار اٹھانے سے پہلے ہی اپنی آخری دعا مانگ لیتے تھے اور جسے پوری سلطنت ایک ہی نام سے جانتی تھی۔۔

"شیرِ سلطنت۔"

کم گو۔۔سخت مزاج۔۔اور اپنی جان سے بڑھ کر سلطان کا وفادار۔ تیمور نے بنا وقت ضائع کیے عرض کی۔

"میرے سلطان۔۔آپ کے حکم کے مطابق تین نوجوان سپاہی امامِ مسجد کی خدمت میں روانہ کر دیے گئے ہیں۔"

"آپ کا پیغام عزت و احترام کے ساتھ ان تک پہنچا دیا جائے گا۔"

"بہتر۔" سلطان نے اثبات میں سر ہلایا۔

تیمور چند لمحے خاموش رہا۔۔جیسے کوئی اور بات کہنا چاہتا ہو۔ سلطان نے اس کی خاموشی بھانپ لی۔

"اور؟"

"میرے سلطان۔۔۔ایک اور معاملہ بھی تشویش کا باعث بن رہا ہے۔" تیمور نے نظریں جھکائیں۔

بدر الدین بھی متوجہ ہو گئے۔

" پچھلے چند ہفتوں سے فوج کے سپاہی یکے بعد دیگرے بیمار پڑ رہے ہیں۔"

"کسی کو شدید بخار ہو جاتا ہے۔۔۔کسی کو مسلسل قے آتی رہتی ہے۔۔۔"

"اور بعض دو ہی دن میں اتنے کمزور ہو جاتے ہیں کہ کھڑے ہونا بھی دشوار ہو جاتا ہے۔"

"حکیم کیا کہتے ہیں؟" سلطان کی پیشانی پر ہلکی سی شکن ابھری۔

تیمور نے نفی میں سر ہلایا۔ "وہ بھی اصل وجہ تک نہیں پہنچ سکے، میرے سلطان۔"

بدرالدین نے آہستہ سے کہا، "ہم نے شہر کے بہترین حکیم بھی بلا لیے۔۔ لیکن ہر ایک کی رائے دوسرے سے مختلف ہے۔"

چند لمحوں تک خاموشی چھائی رہی۔ پھر سلطان نہایت پر سکون لہجے میں بولا،

"ہر بیماری کی ایک وجہ ہوتی ہے اور جب تک وجہ نہ مل جائے۔۔ علاج صرف اندازہ رہ جاتا ہے۔"

سلطان نے تیمور کی طرف دیکھا۔ "تحقیق جاری رکھو۔"

"مجھے بیماری نہیں۔۔ اس کی وجہ چاہیے۔"

تیمور نے فوراً سینے پر ہاتھ رکھا۔ "جو حکم، میرے سلطان۔"

خاموشی کے چند لمحے گزرے۔ پھر سلطان نے اچانک پوچھا،

"بہرام کہاں ہے؟"

تیمور کے چہرے پر حسبِ معمول کوئی تاثر نہ آیا۔ اسی بے رنگ لہجے میں بولا،

"اگر ارد گرد خاموشی ہو۔۔ تو غالباً سو رہا ہو گا۔"

"اور اگر قہقہوں کی آوازیں آ رہی ہوں۔۔ تو سمجھ لیجیے جاگ چکا ہے۔۔"

اسی لمحے باغ کی دوسری جانب سے بلند آواز گونجی۔ "میں سب سن رہا ہوں، تیمور!"

تیمور نے بغیر پلٹے آسمان کی طرف دیکھا۔ اور نہایت سنجیدگی سے بولا،

"جی۔۔ جاگ چکا ہے۔"

خالہ اماں اپنے حجرے کی طرف لوٹ آئیں۔ انہوں نے خادمہ کو اشارہ کیا۔

"ہمیں کچھ دیر تنہا چھوڑ دو۔"

دروازہ بند ہوتے ہی کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ چند لمحے گزرے۔۔۔ پھر شہزادی ماہ جبین آہستہ سے اپنی والدہ کے قریب آکر بیٹھ گئی۔ وہ کافی دیر سے کچھ سوچ رہی تھی۔ آخر کار اس نے دھیمے لہجے میں پوچھ ہی لیا۔

"اماں۔۔۔"

"ہاں، شہزادی؟" خالہ اماں نے محبت سے اس کی طرف دیکھا۔

"آپ نے اس لڑکی کی ذمہ داری کیوں لی؟"

خالہ اماں چند لمحے خاموش رہیں۔ پھر آہستہ سے بولیں،

"کیونکہ میں نے ایک بات سنی تھی۔"

ماہ جبین خاموشی سے سنتی رہی۔

"محل کی ایک خادمہ نے بتایا تھا۔۔۔"

"کہ وہ لڑکی میرے سلطان کے پیچھے پیچھے محل تک آئی تھی۔"

"میرے سلطان کے ساتھ۔۔۔؟" ماہ جبین کی آنکھوں میں حیرت اتر آئی۔

"مجھے بھی یقین نہیں آیا تھا۔ میں نے اسی وقت ایک خادمہ کو دربان کے پاس بھیجا۔۔۔ کہ جا کر پوچھے۔"

"لیکن دربان۔۔۔" خالہ اماں کے ہونٹوں پر مدھم سی مسکراہٹ آگئی۔

"بڑی عجیب وفادار طبیعت کا نکلا۔ اس نے نہ ایک لفظ زیادہ کہا۔۔۔"

"نہ ہی اس نے یہ مانا کہ وہ لڑکی سلطان کے ساتھ آئی تھی۔"

"بس یہی کہتا رہا۔۔۔ مجھے اس بارے میں کچھ معلوم نہیں"

کمرے میں چند لمحے خاموشی رہی۔ پھر ماہ جبین بولی،

"اماں۔۔ کیا واقعی میرے سلطان اسے محل تک ساتھ لائے تھے؟"

"ایسا تو پہلے کبھی نہیں ہوا۔اور۔۔۔" وہ ہلکا سا رکی۔

"وہ تو کوئی ایسی غیر معمولی حسین بھی نہیں۔۔۔"

خالہ اماں نے گہرا سانس لیا۔

"میرے مخبر نے صرف اتنا بتایا۔۔وہ سلطان کے پیچھے پیچھے محل کی طرف آ رہی تھی۔"

"اس سے زیادہ کسی کو کچھ معلوم نہیں۔"

ماہ جبین چند لمحے سوچتی رہی۔ پھر دھیرے سے بولی،

"مجھے لگتا ہے۔۔۔وہ شاید میرے سلطان کے کسی وفادار سپاہی کی بیٹی ہو۔"

"سلطان اسے صرف پناہ دینے لائے ہوں گے۔اسی لیے تو وہ فرما رہے تھے۔۔۔"

"تم خادمہ نہیں بن سکتیں۔"

"تبھی تو آپ نے اس کی ذمہ داری لے لی۔۔۔اگر وہ خادمہ بھی نہ بنتی۔۔۔تو پھر بنتی کیا؟"

خالہ اماں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"میں نے بھی یہی سوچا تھا۔"

ماہ جبین نے پھر آہستہ سے کہا،

"لیکن ایک بات تو طے ہے۔۔سلطان اس پر اعتبار نہیں کرتے۔"

"نہیں۔۔۔شاید وہ یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتے۔" خالہ اماں نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔

"کیونکہ اگر سلطان واقعی اس پر اعتبار نہ کرتے۔۔تو وہ اسے محل کی دہلیز تک بھی نہ آنے دیتے۔۔"

پھر انہوں نے اپنی بیٹی کا ہاتھ تھام لیا۔

"ماہ جبین۔۔۔میں تم سے دنیا میں سب سے زیادہ محبت کرتی ہوں۔"

"لیکن۔۔۔"

" کبھی ایسا وقت نہ آنے دینا۔۔ کہ مجھے تم میں سے۔۔اور سلطان میں سے۔۔ کسی ایک کو چننا پڑے۔"

"سلطان کی مرحومہ والدہ نے جاتے ہوئے ان کی حفاظت کی ذمہ داری میرے سپرد کی تھی۔"

"میں ان کی امانت میں خیانت نہیں کر سکتی۔۔ میں اپنے سلطان سے دشمنی کبھی مول نہیں لے سکتی۔"

ماہ جبین نے خاموشی سے سر ہلا دیا۔ مگر وہ جانتی تھی۔۔۔اس کی ماں ایک بات چھپا گئی تھیں۔

وہ جانتی تھی۔۔۔اگر دنیا میں کوئی رشتہ خالہ اماں کی کمزوری تھا۔۔۔

تو وہ شہزادی ماہ جبین تھی۔

سعودی عرب

سن 2026ء

ڈائننگ ٹیبل پر حسبِ معمول خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ آئرین کا بڑا بھائی جلدی جلدی ناشتہ کر رہا تھا۔

"أمي ـ ـ عندي اليوم اجتماع مهم جدا للتعاون"

"امی۔۔۔آج میری ایک بہت بڑی collaboration meeting ہے"

اس کی والدہ فوراً متوجہ ہوئیں۔

"الله يجعل فيها الخير يا بني"

"اللہ خیر کرے، بیٹا۔"

معاذ نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا،

"إذا فزنا بهذا المشروع ـ ـ ـ فسيتغير وضع الشركة بالكامل"

"اگر یہ پروجکٹ مل گیا۔۔۔تو کمپنی کی پوزیشن ہی بدل جائے گی۔"

۔۔۔

کمرے میں چند لمحوں کی خاموشی چھا گئی۔ سامنے بیٹھی خاتون نے ایک بار پھر آئرین کی فائل پر نظر ڈالی۔ پھر مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔

"Miss Eirene..."

"Your profile is honestly impressive."

(مس آئرین... آپ کی پروفائل واقعی بہت متاثر کن ہے۔)

انہوں نے حیرت سے پوچھا،

"رغم امتلاكك سيرة ذاتية قوية جدا، لماذا لم تعمل في أي شركة حتى اليوم؟"

"اتنی مضبوط پروفائل ہونے کے باوجود آپ نے آج تک کہیں ملازمت کیوں نہیں کی؟"

آئرین ایک لمحے کو خاموش ہوئی۔ پھر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی،

"فقط... لم تتح لي الفرصة"

"بس۔۔۔ موقع نہیں ملا۔"

خاتون ہنس پڑی۔

"وهل ستحصل على الفرصة الآن؟"

"تو اب کیا آپ کو موقع مل جائے گا؟"

آئرین نے بھی مسکرا کر جواب دیا،

"إن شاء الله ـ ـ ـ سأبذل كل ما بوسع"

"إن شاءاللہ۔۔۔ پوری کوشش کروں گی۔"

خاتون نے قلم میز پر رکھا۔

"هل تعلمين ما هو الأمر المثير للاهتمام؟"

"دلچسپ بات جانتی ہیں؟"

"عادة، يأتي الناس إلى هنا ويقولون لنا ـ ـ ـ"

"عام طور پر لوگ یہاں آکر ہم سے کہتے ہیں۔۔۔"

"Please... give me a chance."

انہوں نے مسکراتے ہوئے کاغذ پر مہر ثبت کی۔ پھر وہ کاغذ آئرین کی طرف بڑھا دیا۔

"لكن اليوم، ولأول مرة، أشعر برغبة في أن أقول لأحد المتقدمين ـ ـ ـ"

"لیکن آج پہلی بار دل کر رہا ہے کہ میں کسی امیدوار سے کہوں۔۔۔"

وہ ہلکا سا مسکرائیں۔

"Please... give us a chance."

آئرین حیرت سے انہیں دیکھنے لگی۔

"HR هذه، ثم توجهي إلى قسم Approval Slip خذي ال"

"یہ اپروول سلِپ لے کر ایچ آر ڈیسک پر چلی جاؤ۔"

"الخاصة بك Employee Card وسيتم إصدار ال"

"آپ کا ایمپلائی کارڈ بن جائے گا۔"

چند لمحوں کے لیے آئرین کو یقین ہی نہ آیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے وہ کاغذ تھاما۔ اس کی آنکھوں میں پہلی بار امید کی روشنی جھلملا اٹھی۔

"Thank you so much."

وہ دل سے بولی۔ انٹرویو روم سے باہر نکلتے ہی آئرین کے قدم جیسے زمین پر نہیں پڑ رہے تھے۔۔ اس کے ہاتھ میں سفید رنگ کی وہ فائل تھی جس پر کمپنی کی مہر لگی ہوئی تھی۔ اس نے ایک لمحے کے لیے دوبارہ اسے دیکھا۔۔

پھر بے اختیار اس کے چہرے پر ایسی مسکراہٹ پھیل گئی جیسے کسی بچے کو اس کی پسندیدہ چیز مل گئی ہو۔

جیسے ہی وہ عمارت سے باہر نکلی۔۔ دروازے کے قریب کھڑی نور فوراً اس کی طرف لپکی۔

"ما الذي حدث ؟"

"کیا ہوا؟"

آئرین نے جان بوجھ کر چند لمحے سنجیدہ چہرہ بنایا۔ نور کی بے چینی بڑھ گئی۔

"آيرين! هيا، أخبريني بسرعة!"

"آئرین! جلدی بتاؤ نا!"

اگلے ہی لمحے آئرین اپنی ہنسی نہ روک سکی۔اس نے فائل اس کے سامنے لہرا دی۔

"الحمدلله!"

نور خوشی سے تقریباً اچھل پڑی اور اسے زور سے گلے لگالیا۔

"ألم أقل لك؟ أنت لم تحاولي أصلا"

"میں نے کہا تھا نا۔۔ تم نے کبھی ٹرای ہی نہیں کیا۔"

آئرین نے خوشی سے سر ہلایا۔

"الآن سيصبح كل شيء على ما يرام، سأقنع أبي... وأمي أيضا"

"اب سب ٹھیک ہو جائے گا، میں بابا کو سمجھاؤں گی۔۔امی کو بھی۔"

نور نے اسے دیکھا۔ پھر بے اختیار مسکرادی۔

"أنت حقا لم تتغيري"

"تم واقعی نہیں بدلی۔"

"ماذا تقصد؟"آئرین نے حیرت سے پوچھا

"کیا مطلب؟"

نور ہنس پڑی۔

" ما زلت تعتقدين أن الإنسان إذا تحدث بلطف وأوصل وجهة نظره ـ ـ ـ فإن الطرف الآخر سيفهمك بالتأكيد ـ ـ "

"تمہیں آج بھی یہی لگتا ہے کہ اگر انسان محبت سے اپنی بات سمجھائے۔۔تو سامنے والا ضرور سمجھ جائے گا۔"

آئرین نے پوری معصومیت سے جواب دیا،

"وما الخطأ في ذلك برأيك؟"

"تو کیا غلط لگتا ہے تمہیں؟"

"لكل إنسان قلب يا نور ـ لكن أحيانا يحتاج إلى بعض الوقت ليفهم الحقيقة ـ"

"ہر انسان کا دل ہوتا ہے، نور۔ بس کبھی کبھی اسے صحیح بات سمجھانے میں تھوڑا وقت لگتا ہے۔"

نور نے آسمان کی طرف دیکھ کر لمبی سانس لی۔ دونوں ساتھ ساتھ سڑک کی طرف بڑھنے لگیں۔ اسی دوران ایک چھوٹی سی بچی ان کے قریب آئی۔ اس کے ہاتھ میں چند سستے سے پھول تھے۔

"اشتروا زهورا ـ ـ ـ"

"پھول لے لیں۔۔۔"

آئرین فوراً رک گئی۔ وہ بچی کے برابر جھکی اور مسکرا کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"ليس اليوم ـ ـ ـ"

"آج نہیں۔۔۔"

پھر اس نے اپنے پرس سے کچھ پیسے نکال کر اس کی ہتھیلی پر رکھ دیے۔ بچی نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"وأيضا هناك وعد ـ"

"اور ایک وعدہ بھی ہے۔"

بچی معصومیت سے اسے دیکھنے لگی۔ آئرین نے محبت بھرے لہجے میں کہا،

"سترين ـ ـ في يوم من الأيام، عندما يصبح لدي الكثير من المال ـ ـ فسأفعل بالتأكيد شيئا من أجل أطفال مثلك ـ ـ"

"دیکھنا۔۔ ایک دن جب میرے پاس بہت سارے پیسے ہوں گے نا۔۔ تو میں تم جیسے بچوں کے لیے کچھ ایسا ضرور کروں گی۔۔"

"حتى لا تضطر إلى الوقوف في الشوارع لبيع أي شيء..."

"کہ تمہیں سڑکوں پر کھڑے ہو کر کچھ بیچنا نہ پڑے۔۔۔"

بچی کے چہرے پر ننھی سی مسکراہٹ آ گئی۔

"الله يرزقك مالا كثيرا ـ"

"اللہ آپ کو بہت سارے پیسے دے۔"

"آمین!" آئرین ہنس پڑی۔

نور کافی دیر سے خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ پھر شرارتی انداز میں بولی،

"!هذه هي آيرين التي أعرفها"

"یہ ہوئی نا میری پرانی آئرین!"

آئرین نے چونک کر اسے دیکھا۔ نور نے ہنستے ہوئے انگلی اس کی طرف اٹھائی۔

"التي لم تكن تتعب أبدا من الكلام۔۔۔ والتي كانت تحلم بحلم جديد كل يومين۔۔۔ والتي كانت تفرح بأبسط الأشياء۔۔۔"

جو باتیں کرتے کرتے نہیں تھکتی تھی۔۔ جو ہر دوسرے دن کوئی نیا خواب دیکھ لیتی تھی۔۔اور جو چھوٹی چھوٹی خوشیوں پر ایسے خوش ہو جاتی" "تھی۔۔

"وكأنها فازت بالعالم كله۔۔۔"

"جیسے پوری دنیا جیت لی ہو۔۔۔"

"ربما۔۔۔" آئرین نے مسکرا کر نظریں جھکالیں۔

"شاید۔۔۔"

نور نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔۔ دونوں دوبارہ آگے بڑھنے ہی لگی تھیں کہ پیچھے سے ایک ننھی سی آواز آئی۔۔ آئرین کے قدم رک گئے۔۔

اس نے پلٹ کر دیکھا تو وہی بچی تیزی سے ان کی طرف آ رہی تھی۔ اس کے ننھے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی سادہ سی بالوں کی پن تھی، جس کے درمیان ایک ننھا سا چمکتا ہوا پتھر جڑا تھا۔ آئرین نے حیرت سے اسے دیکھا۔۔

بچی اس کے قریب آئی اور بغیر کچھ کہے آئرین کے بالوں کی ایک لٹ سنواری۔ پھر بڑی احتیاط سے وہ پن اس کے بالوں میں لگادی۔

آئرین چند لمحوں کے لیے بالکل خاموش رہ گئی۔ بچی نے پن کو ایک نظر دیکھا، جیسے اطمینان کر رہی ہو کہ وہ ٹھیک سے لگ گئی ہے، پھر معصوم سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی،

"لقد وعدتني بشيء ذات مرة۔۔"

"ایک وعدہ آپ نے مجھ سے کیا تھا۔۔"

" والآن سأعدك بشيء۔۔"

"اب ایک وعدہ میں آپ سے کرتی ہوں۔"

عصر کا وقت تھا۔ سورج کی نرم سنہری روشنی کھڑکی سے اندر آرہی تھی۔۔آئرین اپنی والدہ کے برابر بیٹھی تھی۔اس کی گود میں وہی فائل رکھی ہوئی تھی جس پر کمپنی کی مہر ثبت تھی۔

اس کی آنکھوں میں امید تھی۔۔۔اور لہجے میں بچپن جیسی معصومیت۔

"امی۔۔۔"

"فقط استمع إلى كلامي مرة واحدة۔"

"بس ایک بار میری بات سن لیں۔"

اس کی والدہ خاموش بیٹھی رہیں۔آئرین نے جلدی جلدی کہنا شروع کیا۔

"عادية Job هذه ليست۔"

"یہ کوئی عام جاب نہیں ہے۔"

"جيدة جدا Salary وال"

"سیلری بہت اچھی ہے۔"

وہ ابھی بول ہی رہی تھی کہ دروازہ کھلا۔معاذ اندر داخل ہوا۔اس کے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کسی اہم ملاقات سے واپس آیا ہے۔

اسی لمحے معاذ کا موبائل بج اٹھا۔اس نے فوراً کال اٹھائی۔

"نعم؟"

"جی؟" دوسری طرف سے خوشگوار آواز آئی۔

"Congratulations, Sir!"

"Thank you" معاذ کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی۔

"؟Project Final إذن۔۔۔ هل صار ال"

"تو۔۔۔ہمارا پروجیکٹ فائنل ہو گیا؟"

اگلے ہی لمحے دوسری طرف سے جواب آیا،

"سنتحدث عن المشروع في الاجتماع القادم يا سيدي۔۔۔"

"پروجیکٹ کے بارے میں تو اگلی میٹنگ میں بات کریں گے، سر۔۔۔"

"اتصلت بك فقط لأخبرك أن أختك، الآنسة آيرين، حضرت اليوم إلى مقابلتنا"

"میں تو آپ کو یہ بتانے کے لیے فون کر رہا تھا کہ آپ کی سسٹر، مس آئرین، آج ہمارے انٹرویو میں آئی تھیں۔"

معاذ کی مسکراہٹ آہستہ آہستہ غائب ہونے لگی۔ دوسری طرف آواز جاری تھی۔

"Honestly… we are impressed!"

"لقد تم اختيارها لمنصب Junior Operations Coordinator."

"ہم نے انہیں جونیئر آپریشنز کوآرڈینیٹر کی پوزیشن کے لیے سلیکٹ کر لیا ہے۔"

"Please convey our congratulations."

چند لمحوں تک۔۔۔ معاذ خاموش کھڑا رہا۔۔ پھر اس نے ایک لفظ کہے بغیر کال کاٹ دی۔ کمرے میں عجیب سی خاموشی چھا گئی۔

معاذ نے غصے سے موبائل صوفے پر دے مارا۔۔اس کی سرخ ہوتی آنکھیں سیدھی آئرین پر جم گئیں۔

"ألم أقل لك۔۔۔"

"میں کہتا تھا نا۔۔۔"

"هذا النحس لن يتركنا أبدا!"اس کی آواز غصے سے کانپ رہی تھی۔

"یہ منحوسیت ہمارا پیچھا نہیں چھوڑے گی!"

وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔

"اليوم لن أترك ذلك المشؤوم حيا!"

"آج میں اس منحوس کو زندہ نہیں چھوڑوں گا!"

آئرین خوف سے ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔اسے سمجھ ہی نہ آئی۔۔آخر اس نے کیا غلط کیا تھا۔

"أخي… أرجوك اسمعني۔۔۔"

"بھائی۔۔میری بات تو سنیں۔۔۔"

مگر معاذ اب سننے کی حالت میں نہیں تھا۔۔وہ پوری طاقت سے اس کی طرف بڑھا۔۔اسی لمحے اس کی والدہ دونوں کے درمیان آ گئیں۔۔ انہوں نے فوراً آئرین کا بازو پکڑا۔

"آئرين!"

"اصعدي إلى الأعلى!"

"اوپر جاؤ!"

"اذهبي إلى غرفتك فورا!"

"فوراً اپنے کمرے میں جاؤ!"

"وأغلقي الباب من الداخل!"

"اور اندر سے دروازہ بند کر لو!"

آئرین چند لمحے وہیں ساکت کھڑی رہی۔

"لكن يا أمي۔۔۔"

"لیکن امی۔۔۔"

"أنا فقط۔۔۔"

"میں نے تو۔۔۔"

"اذهبي!"

"جاؤ!"

اس بار ان کی آواز پہلے سے کہیں زیادہ سخت تھی۔۔آئرین گھبرا کر سیڑھیوں کی طرف دوڑ گئی۔اس کے قدم ابھی اوپر پہنچے ہی تھے۔۔کہ پیچھے سے معاذ کی گرجتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"أمي! اتركيني!"

"امی! چھوڑیں مجھے!"

"اليوم حطمت كرامتي!"

"آج اس نے میری عزت خاک میں ملادی!"

والدہ نے پوری قوت سے اس کا بازو تھام لیا۔

"معاذ!"

"اهدأ!"

"ہوش میں آؤ!"

"ماذا حدث في النهاية ؟"

"آخر ہوا کیا ہے؟"

"الشركة التي ذهبتُ إليها للحصول على التعاون، كانت تشيد بقدرات أختي! كان الناس يذكرون اسم تلك المنحوسة قبلي! ألم أقل لكم...؟ في يوم من الأيام ستجلب لنا العار!"

"جس کمپنی سے میں کولیبوریشن لینے گیا تھا، وہ میری بہن کی قابلیت کے قصیدے پڑھ رہی تھی! لوگ مجھ سے پہلے اس منحوس کا نام لے رہے تھے! میں کہتا تھا نا؟۔۔۔ایک دن یہ ہماری ناک کٹوائے گی"

والدہ نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"إنها ساذجة... كيف كان لها أن تعرف ؟ أعدك... لن يتكرر هذا أبدا"

"یہ کم عقل ہے۔۔اسے کیا پتا تھا؟ میں وعدہ کرتی ہوں۔۔آئندہ ایسا کبھی نہیں ہو گا۔"

اوپر۔۔۔اپنے کمرے کا دروازہ بند کیے۔۔۔آئرین دونوں ہاتھوں سے اپنے منہ پر ہاتھ رکھے رو رہی تھی۔

اسے اب بھی سمجھ نہیں آرہا تھا۔۔۔کہ آخر۔۔۔نوکری ملنے پر بھی کوئی اتنا ناراض کیسے ہو سکتا ہے؟

گلنار خواتین کے حصے کے ایک کونے میں خاموشی سے بیٹھی تھی۔۔وہ کبھی سامنے بہتے فوارے کو دیکھتی۔۔

کبھی محل کی بلند محرابوں کو اور کبھی ان خادماؤں کو جو نہایت ترتیب سے اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھیں۔

اسے اب تک یقین نہیں آرہا تھا کہ صبح تک جس کے سر پر چھت بھی نہیں تھی۔۔۔

وہ اب ایک ایسے محل میں بیٹھی تھی جس کی ہر اینٹ اس کے گاؤں کے سب سے بڑے گھر سے بھی زیادہ قیمتی محسوس ہوتی تھی۔

تبھی ایک بھاری مگر پُر سکون آواز اس کے قریب سنائی دی۔

"تم ہی گلنار ہو؟"

اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ سامنے تقریباً پچاس برس کی ایک خاتون کھڑی تھیں۔

"جی۔۔" گلنار بھی جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

خاتون نے سر سے پاؤں تک ایک نظر اسے دیکھا۔ خاتون نے ایک نظر اس کے بوسیدہ دیہاتی لباس پر ڈالی، جس پر کئی دنوں کے سفر کی گرداب بھی جمی ہوئی تھی۔

انہوں نے ساتھ کھڑی ایک خادمہ سے کہا،

"اسے محل کی خادماؤں کا لباس دے دو۔ آئندہ یہ اسی لباس میں نظر آئے۔"

"جی، بڑی خادمہ۔"

چند لمحوں بعد ایک خادمہ تہہ کیا ہوا لباس لے آئی۔۔

ہلکے خاکی مائل کریم رنگ کا لمبا اور سادہ کرتا۔۔ گہرے بھورے رنگ کا ڈھیلا پاجامہ اور اسی کریم رنگ کا صاف ستھرا دوپٹہ۔۔

یہ لباس نہ قیمتی تھا، نہ پر تعیش مگر صاف ستھرا، نفیس اور محل کی تمام خادماؤں کی پہچان تھا۔ گلنار نے دونوں ہاتھوں سے وہ لباس تھام لیا۔

نہ جانے کتنے عرصے بعد۔۔ کسی نے اسے بغیر مانگے پہننے کے لیے کپڑے دیے تھے۔

"میرے ساتھ آؤ۔"

گلنار خاموشی سے ان کے پیچھے چلنے لگی۔۔ چلتے چلتے اس کی نظریں ہر طرف بھٹک رہی تھیں۔

کہیں دیواروں پر نفیس نقش و نگار تھے۔۔ کہیں خوشبو بکھیرتے پھولوں کے گملے۔۔ کہیں سفید پتھر کے ستون۔۔

اور کہیں چھوٹے چھوٹے فوارے جن کا پانی دھوپ میں چاندی کی طرح چمک رہا تھا۔ وہ بے اختیار دل ہی دل میں بول اٹھی۔

"کیا واقعی لوگ ایسی جگہوں پر بھی رہتے ہیں۔۔۔؟"

اس کے قدم خود بخود آہستہ ہو گئے۔۔ ہر چیز اسے اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔۔ خاتون نے مڑ کر اسے دیکھا۔

"پہلی بار محل دیکھا ہے؟"

"جی۔۔۔" گلنار شرمندہ سی ہو گئی۔

"دو چار دن میں عادت ہو جائے گی۔" خاتون کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔

چند لمحوں بعد وہ محل کے پچھلے حصے میں واقع خادماؤں کی رہائش گاہ تک پہنچ گئیں۔۔خاتون نے لکڑی کا دروازہ کھولا۔اندر ایک کشادہ مگر سادہ کمرہ تھا۔

چار صاف ستھرے بستر۔۔ہر بستر کے ساتھ لکڑی کا ایک چھوٹا سا صندوق۔۔دیوار میں بنی الماریاں۔۔ایک طرف پانی کا مٹکا۔۔

اور کھڑکی سے آتی ٹھنڈی ہوا۔گلنار کی نظریں بے اختیار کمرے میں گھومنے لگیں۔

یہ کمرہ۔۔اس کے پورے گھر سے زیادہ صاف، کشادہ اور آرام دہ تھا۔

"آج سے تم یہیں رہو گی۔" خاتون نے کہا۔

"یہاں تمہارے ساتھ مزید تین خادمائیں رہتی ہیں۔"

گلنار نے آہستہ سے سر ہلا دیا۔خاتون نے دوبارہ اس کا جائزہ لیا۔

"ابھی تم جوان ہو۔۔۔اس لیے تمہیں کوئی بھاری کام نہیں دیا جائے گا۔"

گلنار نے چونک کر ان کی طرف دیکھا۔

"فی الحال تم خالہ اماں کے حصے میں رہو گی۔"

"صبح ان کے باغ سے تازہ پھول لانا۔۔کمرے کی ترتیب دیکھنا۔۔ضرورت پڑے تو پانی پیش کرنا۔"

"اور جب خالہ اماں بلائیں، فوراً حاضر ہونا۔"

"باقی کام آہستہ آہستہ سیکھ جاؤ گی۔"

"یاد رکھنا۔۔" پھر ان کا لہجہ ذرا سخت ہوا۔

"محل میں ہر حکم، حکم ہوتا ہے۔"

"اور یہاں زبان سے زیادہ انسان کی محنت بولتی ہے۔"

"جی۔" گلنار نے فوراً ادب سے سر جھکا دیا۔

خاتون واپس مڑ گئیں۔۔ گلنار آہستہ سے اپنے بستر پر بیٹھی۔۔

اس نے ہتھیلی سے نرم بستر کو چھوا۔۔۔ پھر کمرے کو ایک بار پھر دیکھا۔اس کے لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ آ گئی۔

شاید۔۔زندگی میں پہلی بار۔۔اسے رات ہونے کا انتظار تھا۔

کیونکہ آج۔۔ برسوں بعد۔۔اسے یہ فکر نہیں تھی کہ سوتے وقت بارش آ گئی تو چھت ٹپکے گی۔۔

یا سرد رات میں جاگ کر لکڑیاں جلانی پڑیں گی۔

آج۔۔اس کے سر پر ایک محفوظ چھت تھی اور اس کے لیے فی الحال یہی کسی نعمت سے کم نہیں تھا۔

محل کے عقبی حصے میں واقع وسیع باغ میں ایک بلند قامت شخصیت خاموشی سے چل رہی تھی۔

سبز درختوں کے درمیان بنی پتھریلی راہ، ہوا میں گھلی گیلی مٹی کی خوشبو اور دور بہتے پانی کی مدھم آواز مگر اس شخص کی توجہ کہیں اور تھی۔

چند لمحوں بعد تیز قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ شاہی وزیر احترام سے چند قدم دور رکا۔اپنا ہاتھ سینے پر رکھا اور سر جھکا دیا۔

"میرے سلطان!"

"کہیے، بدرالدین۔" سلطان رکے بغیر بولے۔

"سپاہی واپس آ گئے ہیں۔"

اب سلطان کے قدم ٹھہر گئے۔انہوں نے آہستہ سے اس کی طرف دیکھا۔

"امام صاحب ملے؟"

"جی، میرے سلطان۔"

"وہ بخیریت ہیں۔"

"مگر۔۔" بدرالدین چند لمحے رکا۔

"انہوں نے دربار میں آکر گواہی دینے سے معذرت کر لی ہے۔"

چند لمحے خاموشی رہی۔ سلطان کے چہرے پر نہ ناراضی آئی نہ حیرت۔ بس اتنا پوچھا،

"وجہ؟"

"ان کا کہنا تھا کہ بڑھاپے میں سفر کی طاقت نہیں رہی۔ اور وہ دنیاوی جھگڑوں سے خود کو الگ رکھنا چاہتے ہیں۔"

سلطان نے آہستہ سے سر ہلا دیا۔ پھر وہ گویا ہوا،

"ایک اور معاملہ بھی عرض کرنا تھا۔"

سلطان خاموشی سے اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"حکیمِ سلطنت نے اطلاع بھیجی ہے۔۔۔"

"حکیم کا خیال ہے کہ ایک خاص جڑی بوٹی اگر مل جائے تو علاج آسان ہو جائے گا۔"

"لیکن وہ جڑی بوٹی صرف۔۔" وہ ذرا رکا، "مرحومہ ملکہ کے باغ میں موجود ہے۔۔"

چند لمحوں کے لیے فضا پر خاموشی چھا گئی۔۔ وہی باغ۔۔۔ جسے برسوں سے تقریباً ویسے ہی محفوظ رکھا گیا تھا۔ کسی کو وہاں بلا ضرورت جانے کی اجازت نہیں تھی۔ کافی دیر بعد انہوں نے مختصر سا حکم دیا۔

"ہاں۔۔"

"تیمور کو میرے پاس بھیجو۔" پھر پر سکون لہجے میں بولے،

"جو حکم، میرے سلطان۔" بدرالدین سر جھکا کر وہاں سے رخصت ہو گیا۔

سلطان چند لمحے خاموش کھڑا رہا۔ اس کی نظریں سامنے پھیلے باغ پر تھیں، مگر ذہن کہیں اور تھا۔

تیمور خاموشی سے کھڑا رہا۔ وہ جانتا تھا۔۔ سلطان جب تک خود نہ بولے، سوال کرنا بے ادبی سمجھا جاتا تھا۔

کچھ لمحوں بعد سلطان کی آواز ابھری۔ پر سکون۔۔ مگر پہلے سے کہیں زیادہ سنجیدہ۔

"آج رات تم میرے ساتھ ایک سفر پر چلو گے۔"

تیمور کی پلکیں بے اختیار اٹھیں۔ برسوں سے۔۔ سلطان محل سے صرف سلطنت کے معاملات یا جنگ کے لیے نکلتا تھا۔

یوں اچانک۔۔ صرف ایک رات کے سفر کا حکم؟ یہ غیر معمولی تھا مگر اس نے چہرے پر حیرت آنے نہ دی۔ صرف ادب سے عرض کیا،

"حکم فرمایئے، میرے سلطان۔ کیسا سفر؟"

"زیادہ دور نہیں۔" سلطان نے چند لمحے خاموش رہ کر جواب دیا۔

"فجر سے پہلے واپس آجائیں گے۔۔ راستے میں ایک بزرگ سے ملاقات کرنی ہے"

"اور واپسی پر والدہ مرحومہ کے باغ سے کچھ جڑی بوٹیاں بھی لے لینی ہیں۔"

"جیسا حکم، میرے سلطان۔" تیمور نے فوراً سر جھکا دیا۔

سلطان نے بات جاری رکھی۔

"صرف چند گھنٹوں کا سفر ہے۔۔ ہم پیدل جائیں گے۔۔ اپنے چند قابلِ اعتماد سپاہی ساتھ لے لینا۔"

"جی، میرے سلطان۔"

"بہرام۔۔۔" پھر سلطان نے آہستہ سے ایک اور نام لیا۔

"اسے بھی تیار کر دینا۔ وہ ہمارے ساتھ جائے گا۔"

بس اتنا ہی۔ لیکن تیمور کے دل میں جیسے ایک لمحے کو کئی سوال ایک ساتھ جاگ اٹھے۔

کتنے ہی برس گزر گئے تھے سلطان نے کبھی خود انہیں کسی مختصر سفر پر ساتھ چلنے کا حکم نہیں دیا تھا۔

اگر کہیں جانا بھی ہوتا تو یا لشکر روانہ ہوتا۔۔ یا حکم نامہ۔ مگر آج سلطان خود جا رہا تھا۔

اور اپنے ساتھ صرف تیمور، بہرام اور چند منتخب سپاہیوں کو لے جا رہا تھا۔

تیمور نے ان سوالوں میں سے ایک بھی زبان پر نہ آنے دیا۔ وہ صرف جھکا۔

"جو حکم، میرے سلطان۔"

سلطان نے سر کے ہلکے سے اشارے سے اسے رخصت کیا۔ تیمور مڑا اور تیز قدموں سے باغ سے باہر نکل گیا۔

اسی شام۔۔ محل کے اندر کسی کو کچھ معلوم نہ تھا۔ صرف چند سپاہیوں کو خاموشی سے تیار رہنے کا حکم دیا گیا۔۔

بہرام کو بلاوا بھیجا گیا اور محل اپنی معمول کی خاموشی میں ڈوبا رہا۔

کسی کو خبر نہ تھی صرف ایک رات، چند گھنٹوں کا راستہ۔۔

مگر تقدیر اکثر اپنی سب سے بڑی کہانیاں۔۔ ایسے ہی مختصر سفروں سے شروع کیا کرتی ہے۔

اور آنے والی صبح۔۔ صرف ایک نئی صبح نہیں۔۔ بلکہ کئی تقدیروں کا آغاز اپنے ساتھ لے کر طلوع ہونے والی تھی۔

مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد۔۔ محل کے بڑے دروازے خاموشی سے کھول دیے گئے۔

نہ کوئی شاہی جلوس تھا۔۔ نہ نقاروں کی آواز۔۔ اور نہ ہی سینکڑوں گھڑ سوار۔

صرف پانچ آدمی۔۔ سلطان، سپہ سالار تیمور، بہرام اور دو منتخب سپاہی۔ وہ خاموش قدموں سے محل سے نکل گئے۔

چاند آسمان پر آہستہ آہستہ بلند ہو رہا تھا۔۔ ہوا میں رات کی ٹھنڈک گھل چکی تھی۔

ان کے قدم کچی پگڈنڈی پر مسلسل آگے بڑھتے جا رہے تھے۔

کوئی غیر ضروری بات نہیں کر رہا تھا۔ بس قدموں کی چاپ۔۔ اور کبھی کبھار رات کے پرندوں کی آواز۔

اور اس رات۔۔ یہ پانچوں بھی نہیں جانتے تھے کہ وہ صرف ایک گاؤں کی طرف نہیں جا رہے۔۔

بلکہ تقدیر۔۔ انہیں ایک منزل کی طرف لے جا رہی تھی۔۔

عشاء کا وقت ہوتے ہی۔۔ وہ ایک چھوٹے سے میدان میں رک گئے۔ دور ایک گاؤں کی مدھم روشنیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ دو سپاہی وضو کرنے چلے گئے۔ ایک نے آگ جلائی۔ تیمور ایک چٹان کے قریب بیٹھ کر اپنی تلوار صاف کرنے لگا۔ سلطان چند قدم دور کھڑا آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ بہرام حسبِ عادت خاموشی زیادہ دیر برداشت نہ کر سکا۔ وہ کبھی آگ کو دیکھتا، کبھی تیمور کو اور کبھی سلطان کو۔ رات مزید گہری ہو چکی تھی۔۔ الاؤ کی لو مدھم مدھم جل رہی تھی۔

کافی دیر تک صرف لکڑیوں کے جلنے کی آواز سنائی دیتی رہی۔ آخر تیمور نے خاموشی توڑی۔

"میرے سلطان۔۔۔"

"کہو، تیمور۔" سلطان نے اس کی طرف دیکھا۔

"اگر آپ کے ہاتھ میں تلوار ہو۔۔۔"

"اور سامنے آپ کا سب سے بڑا دشمن کھڑا ہو۔۔۔"

"تو آپ کیا کریں گے؟"

چند لمحے خاموشی رہی۔۔ پھر سلطان نے نہایت سکون سے جواب دیا۔

"میں ایک لمحہ رکوں گا۔"

"پہلے سوچوں گا۔۔ دیکھوں گا۔۔ پھر تلوار اٹھاؤں گا۔"

تیمور کے ہاتھ تلوار پر ہی رکے رہے۔ وہ دھیرے سے بولا،

"اور اگر میرے ہاتھ میں تلوار ہو۔۔۔"

"اور سامنے آپ کا دشمن کھڑا ہو۔۔۔"

"تو میں ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کروں گا۔"

اس نے تلوار میان میں رکھتے ہوئے کہا،

"پہلے اس کا سر تن سے جدا کروں گا۔۔ بعد میں سوچوں گا کہ وہ دشمن کیوں تھا"

سلطان نے بس ایک لمحہ اسے دیکھا۔ نہ تعریف کی۔۔ نہ اختلاف۔ صرف خاموش رہے۔ پھر ان کی نظریں بہرام کی طرف اٹھیں۔

"اور تم، بہرام؟"

بہرام نے پہلے سلطان کو دیکھا۔۔ پھر تیمور کو۔۔ پھر آسمان کی طرف دیکھا۔ چند لمحے وہ واقعی سوچتا رہا۔ پھر نہایت سنجیدگی سے بولا،

"میں پہلے اس سے بات کروں گا۔"

"بات؟" تیمور نے فوراً بھنویں سکیڑ لیں۔

"جی۔" بہرام نے سر ہلایا۔

"کیا پتا۔۔ وہ آپ کا دشمن ہی نہ ہو۔۔ صرف کسی غلط فہمی کا شکار ہو۔۔"

"اور اگر واقعی دشمن ہوا تو؟" تیمور نے بے اختیار کہا،

"پھر تیمور تم تو میرے ساتھ ہو نا!" بہرام ہلکا سا مسکرایا۔

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد۔۔ پہلی بار تیمور کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔ بہرام نے موقع غنیمت جانا۔ ہنستے ہوئے بولا،

"ویسے بھی۔۔ ہر لڑائی کا اختتام تلوار سے ہونا ضروری نہیں ہوتا۔"

"کبھی کبھی ایک اچھی بات۔۔ سو تلواروں سے زیادہ کام کر جاتی ہے"

"تم کبھی نہیں سدھرو گے۔"

"سدھر گیا۔۔" بہرام نے فوراً جواب دیا۔

"تو پھر آپ دونوں کے درمیان کون بولے گا؟"

پھر اس نے ارد گرد نظریں دوڑائیں۔ آگ کی روشنی تینوں چہروں پر پڑ رہی تھی۔ وہ آہستہ سے مسکرایا۔

"عجیب بات ہے۔۔ کتنے ہی برس گزر گئے۔۔ آج پھر ہم تینوں ایک ساتھ سفر پر نکلے ہیں۔۔"

"اور اب بھی باتیں تلوار، دشمن اور قتل ہی کی ہو رہی ہیں۔"

اس نے شرارت سے سلطان کی طرف دیکھا۔

"میرے سلطان۔۔ آپ بھی کبھی مسکرا لیا کریں۔۔"

"سلطنت کی ذمہ داریاں کم ہو جائیں۔۔ تو سوچوں گا۔۔" سلطان نے اسی سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

"تو پھر لگتا ہے۔۔" بہرام نے فوراً آسمان کی طرف دیکھا۔

"ہمیں آپ کی مسکراہٹ دیکھنے کے لیے قیامت کا انتظار کرنا پڑے گا۔"

"بہرام۔" تیمور نے فوراً سخت لہجے میں کہا،

"جی؟"

"تمہیں ڈر نہیں لگتا؟"

"کس بات کا؟"

"ابھی تم سلطان سے مذاق کر رہے تھے۔"

"جب تک میرے سلطان خود مجھے خاموش نہ کر دیں۔۔ میں بولتا رہوں گا۔۔" بہرام نے بے فکری سے کندھے اچکائے۔

اور اگلے ہی لمحے دور کہیں کسی سپاہی کی دبی ہوئی ہنسی سنائی دی۔ تیمور نے ایک نظر اس طرف ڈالی۔ سپاہی فوراً سیدھا کھڑا ہو گیا۔

"دیکھا؟" بہرام نے آہستہ سے کھانستے ہوئے کہا،

"لوگ ہنسنا چاہتے ہیں۔۔ بس ڈرتے بہت ہیں۔۔"

سلطان نے پہلی بار الاؤ سے نظریں ہٹا کر سامنے اندھیرے میں دیکھا۔ پھر آہستہ سے بولے،

"سامنے جو گاؤں دکھائی دے رہا ہے۔۔ ہمیں صرف وہاں تک جانا ہے۔۔ فجر سے پہلے واپس لوٹ آئیں گے۔"

تینوں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

سعودی عرب

سن 2026ء

پورا گھر خاموش تھا۔۔ مگر اس کمرے کا دروازہ۔۔ ابھی تک اندر سے بند تھا۔

دروازے کے دوسری طرف شاید سب لوگ یہ سمجھ چکے تھے۔۔ کہ آئرین ڈر کے مارے سو گئی ہو گی۔

مگر حقیقت یہ تھی کہ اس کی آنکھوں نے آج ایک پل کے لیے بھی نیند کو قریب نہیں آنے دیا تھا۔

کمرے کی مدھم روشنی میں۔۔ وہ جائے نماز پر بیٹھی تھی۔ اس کی دونوں ہتھیلیاں دعا کے لیے اٹھیں ضرور تھیں۔۔ مگر کب سے وہ خاموش بیٹھی تھی۔۔ شاید اسے خود بھی یاد نہ تھا۔

اسی لمحے۔۔اس کا موبائل بج اٹھا۔اسکرین پر ایک نام روشن ہوا۔

Noor calling...

آئرین کی آنکھوں میں نمی تیر گئی۔وہ جانتی تھی۔۔اگر اس نے فون اٹھایا۔۔تو نور اس کی آواز سنتے ہی سب کچھ سمجھ جائے گی۔

اس نے لرزتے ہاتھوں سے موبائل اٹھایا۔۔ایک لمحہ اسکرین کو دیکھا۔۔پھر خاموشی سے پاور آف کا بٹن دبا دیا۔

اس نے ہلکے جامنی رنگ کی ایک لمبی،ڈھیلے انداز کی فراک پہن رکھی تھی، جس کا دامن اس کے ٹخنوں تک آتا تھا۔اسی رنگ کا نرم سادوپٹہ اس کے کندھوں پر سمٹا ہوا تھا۔

اس کا لباس ہمیشہ کی طرح نفیس ضرور تھا۔۔ مگر آج اس کی ساری خوبصورتی۔۔اس کی سوجی ہوئی آنکھوں کے پیچھے کہیں چھپ گئی تھی۔اتنا رونے کے بعد اس کی پلکیں بوجھل ہو چکی تھیں۔وہ دوبارہ جائے نماز پر آ بیٹھی۔دونوں ہاتھ دعا کے لیے اٹھائے مگر کچھ دیر تک ایک لفظ بھی زبان پر نہ آسکا۔پھر اس کے ہونٹ لرزے۔

"یااللہ۔۔۔"

(اور وہ اپنے رب سے اپنی ہی زبان میں دعائیں مانگ رہی تھی۔)

"اگر واقعی میرے ہونے سے میرے اپنے اتنے دکھی ہیں۔۔تو میرے لیے بھی کوئی راستہ نکال دے۔۔۔"

اس کی آواز ٹوٹ گئی۔چند آنسو اس کی ہتھیلیوں پر گر پڑے۔

"میں کسی سے نفرت نہیں کرتی، یارب! میں صرف اتنا چاہتی ہوں۔۔کہ کسی پر بوجھ نہ رہوں۔اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

مجھے ایسی جگہ لے جا۔۔جہاں میری وجہ سے کسی کو شرمندگی نہ ہو۔۔جہاں ہر روز مجھے منحوس نہ کہا جائے۔۔جہاں میری سانسیں کسی کے لیے بوجھ نہ ہوں۔۔"

اس کی سسکیاں تیز ہوتی چلی گئیں۔

"اگر میرے لیے اس دنیا میں کہیں بھی جگہ نہیں لکھی۔۔تو مجھے اپنے پاس بلا لے، یااللہ کیونکہ میں اب تھک گئی ہوں۔۔"

کمرے میں مکمل خاموشی چھا گئی۔کافی دیر تک وہ اسی طرح بیٹھی روتی رہی۔پھر نہ جانے کب۔۔اس نے آنسو پونچھے آدھی سے زیادہ رات گزر چکی تھی۔گھر کے ہر کمرے پر خاموشی نے قبضہ جما لیا تھا۔آئرین نے آہستہ سے جائے نماز لپیٹی۔۔۔اور اسے احترام سے ایک طرف رکھ دیا۔اس کی سوجھی ہوئی آنکھیں بتا رہی تھیں کہ وہ کتنی دیر تک اللہ کے حضور اپنے دل کا بوجھ رکھتی رہی تھی۔

نیچے رکھی اپنی آف وائٹ بلاک ہیلز اٹھائیں اور خاموشی سے پہن لیں۔پھر کمرے کے کونے میں رکھے جگ سے گلاس میں پانی ڈالا۔ایک چھوٹا سا گھونٹ پیا۔۔جیسے خشک ہوتے گلے کو نہیں،اپنے دل کو سکون دینے کی کوشش کر رہی ہو۔گلاس واپس رکھا۔چند قدم چل کر صوفے تک آئی۔اپنا سر اس کی پشت سے ٹیک دیا۔

پھر بے دھیانی میں اپنا ہاتھ صوفے کے ساتھ رکھا۔۔جہاں اس کا بند موبائل رکھا تھا۔اس نے موبائل اٹھایا۔اس نے ایک گہری سانس لی۔آنکھیں بند کیں۔۔اور نہ جانے کب۔۔تھکن نے اس کی پلکوں پر اپنا حق جما لیا۔اسے خود بھی خبر نہ ہوئی۔۔کہ وہ کب نیند کی آغوش میں چلی گئی۔

اور۔۔یہ نیند۔۔۔اس کی دنیا کی آخری نیند ثابت ہونے والی تھی۔۔

کھڑکی کے باہر چاند اپنی منزل طے کر رہا تھا۔۔رات بھی اپنی آخری ساعتوں کی طرف بڑھ رہی تھی۔

ہر چیز معمول کے مطابق تھی۔

ہوا بھی۔۔۔

چاند بھی۔۔۔۔

خاموشی بھی۔۔۔

مگر۔۔۔

تقدیر خاموش نہیں تھی۔

اس رات۔۔۔

آسمانوں پر ایک ایسا فیصلہ لکھا جا چکا تھا۔۔۔

جسے نہ زمین کا کوئی انسان بدل سکتا تھا۔۔۔

اور نہ خود آئرین۔